ISSN E: 2709-8273
ISSN P: 2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1, 2026

”قلم کے آنسو“ از محمد طاہر نقاش جلد اوّل کا اسلامی نقطۂ نظر سے تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of "Qalam key Aansu" by Muhammad Tahir Naqqash (Volume 01) from an Islamic Perspective

Dr. Imran Ali
Oriental College, University of the Punjab, Lahore
imranpu786@gmail.com

Ghulam Mustafa (Corresponding Author)
PhD Research Scholar (Islamic Studies), NCBA&E Lahore - Sub campus, Multan
ghulammustafakh@gmail.com

Abstract
Muhammad Tahir Naqqash is well-known in literary circles as a columnist. He initially contributed columns to major Urdu newspapers such as: Daily Nawa-i-waqt, Daily Pakistan and Daily Khabrain etc. He compiled his columns into a book, *Qalam key Aansu* (Tears of the Pen). His columns mention training in the principles of Islam and the Muhammadan Sharia. Among their topics discussed are topics such as educating daughters on Islamic principles, dowry, the effects of Hindu civilization, the effects of social media in society, the place of women in society, and natural disasters. His work not only identifies these issues but also provides guidance and suggests reforms.

Keywords:
Tahir Naqqash, Columns, Urdu, Newspapers, Nawa-i-waqt, Qalam key Aansu

محمد طاہر نقاش ادبی حلقوں میں بطور کالم نویس مشہور ہیں۔ انھوں نے اپنے کالموں کو یک جا کر کے ایک کتاب ”قلم کے آنسو“ ترتیب دی۔ ان کے کالموں میں دینِ اسلام اور شریعت محمدیہ ﷺ کے اصولوں پر تربیت کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے کالموں میں بیٹیوں کی اسلامی اصولوں پر تربیت، جہیز، ہندووانہ تہذیب کے اثرات، معاشرے میں سوشل میڈیا کے اثرات، معاشرے میں عورت کا مقام اور قدرتی آفات جیسے موضوعات شامل ہیں۔

محمد طاہر نقاش نے اپنی عملی زندگی کا آغاز بطور کالم نویس کے طور پر کیا، وہ اہلِ علم کی نظر میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ابتدا میں انھوں نے روزنامہ ”نوائے وقت“، ”پاکستان“ اور ”خبریں“ میں کالم لکھے۔ اس کے علاوہ ہفت روزہ ”جہاد ٹائم“، ”غزوہ“، ”ضرب مومن“ اور ”اسلام“ میں بھی اپنے قلم کا جادو چلاتے رہے۔ ان کے کالموں میں ہمیں معاشرے کے مسائل، جبر و تشدد، مرحومیوں، خامیوں، منافقت اور تقادات جیسے موضوعات کی نشاندہی کے ساتھ راہنمائی اور اصلاح کا پہلو بھی نظر آتا ہے۔

محمد طاہر نقاش نے اپنے کالموں کو یک جا کر کے بعنوان ”قلم کے آنسو“ کو کتابی شکل دی۔ اس کتاب کو پہلی مرتبہ ۲۰۰۶ء میں ادارہ دارالابلاغ لاہور نے شائع کروایا۔ اب تک اس کے دس سے زائد بار اشاعت ہو چکی ہے۔ کتاب کے صفحات کی تعداد ۴۵۹ ہے۔ کتاب کا انتساب انھوں نے اپنی زوجہ محترمہ روبینہ نقاش کے نام کیا ہے۔ کتاب کے ابتدائیہ میں ”محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر کے ہاتھ میں“ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ اس کتاب کو ملک کی مقتدر شخصیات نے پڑھا اور پسند کیا۔ ان شخصیات میں ڈاکٹر عبدالقدیر کا نام شامل ہے۔ ملاقات پر ڈاکٹر عبدالقدیر نے بتایا کہ میں نے جب یہ کتاب پڑھنی شروع کی تو پھر اس وقت تک نہیں چھوڑی جب مکمل کتاب پڑھ نہ لی۔ اس کتاب میں ان کے معروف اٹھہتر کالم شامل کیے گئے ہیں۔ انھوں نے یہ کالم اپنے ذاتی مشاہدے اور تجزیے کی بنا پر لکھے۔ ان کے کالموں میں ادب کی

چاشنی کے ساتھ مکالمے کا انداز بھی نمایاں ہے۔انھوں نے اپنے کالموں میں معاشرتی مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں بیٹیوں کی اسلامی اصولوں پر تربیت، جہیز، ہندووانہ تہذیب کے اثرات، معاشرے میں سوشل میڈیا کے اثرات، معاشرے میں عورت کا مقام، قدرتی آفات جیسے موضوعات شامل ہیں۔ مقالہ ہذا میں محمد طاہر نقاش کے کالموں کا اسلامی نقطۂ نظر سے تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کے پہلے کالم میں لکھتے ہیں کہ میں اپنی آنکھ سے مشاہدہ کرتا ہوں پھر اسی کو قلم کی زینت بناتا ہوں۔ معاشرے اور سماج کی برائیوں کو اپنے قلم سے منظر عام پر لاتا ہوں۔ عصر حاضر میں انسانی رویوں کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آج کے دور کا انسان اپنی زندگی میں اتنا مصروف ہو چکا ہے کہ ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہے۔ ہر کوئی اپنے مسائل کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے۔ ان مسائل کے بوجھ میں انسان کو کسی دوسرے کی کوئی فکر نہیں رہی۔ یہ خرابی دینِ اسلام کی دوری کی وجہ سے ہے جب کہ یہی دوری معاشرتی بے حسی کا باعث بن رہی ہے۔ انسان کو پیدا ہی خدمت خلق کے لیے کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ زندگی بہتے دریا کے پانی کی مانند ہے، یہاں نہ کوئی ہمیشہ رہنے کے لیے آیا ہے نہ کسی نے چاہنے کے باوجود رہنا ہے۔ اسی کالم کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> " قارئین محترم! یہ معاشرے کے شریعت اسلامیہ قرآن وحدیث سے دوری کی بنا پر بن جانے والے وہ ناسور ہیں کہ جو ہر درد دل رکھنے والے کو رُلا دیتے ہیں، بشرطیکہ بصیرت باقی ہو۔ میں صرف آپ کو رلاتا نہیں بلکہ تحریر لکھنے سے پہلے اور لکھنے کے دوران خود جذبات سے بے قابو ہو کر روتا ہوں، پھر اپنے آپ کو سنبھالتا ہوں، ضبط کا دامن تھامتا ہوں اور تحریر مکمل کرتا ہوں۔"(۱)

اسلامی اصولوں پر بیٹیوں کی تربیت

بیٹی اللہ پاک کی رحمت ہے لیکن آج بھی معاشرے میں زمانۂ جاہلیت کی طرح بیٹی کے پیدا ہونے پر نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ حال آں کہ دینِ اسلام نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور بیٹیوں کو شریعت محمدی ﷺ کے اصولوں پر تربیت کرنے کا کہا گیا ہے۔ اس سے بڑی مثال ہمارے دینِ اسلام میں نہیں کہ اللہ پاک نے نبی آخر الزمان ﷺ کو بھی چار بیٹیوں سے نوازا۔ اللہ پاک جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے بیٹی جیسی نعمت عطا فرماتا ہے اور اس کی حفاظت بھی فرماتا ہے۔ بیٹیاں آخرت میں آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بھی ہیں حضرت عائشہ سے روایت ہے:

> حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ مَنْ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنْ النَّارِ. (۲)

یعنی حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ایک عورت سوال کرتی ہوئی آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں، اس وقت میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا، میں نے وہی کھجور اسے دے دی۔ اس نے اسے اپنی دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود اس سے کچھ نہ کھایا، پھر جب وہ چلی گئی اور نبی ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا جس پر نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ان بیٹیوں کی وجہ سے کسی تکلیف میں مبتلا ہوا اس کے لیے یہ لڑکیاں آگ سے پردہ بن جائیں گی۔"

بچیوں کی اچھی تعلیم و تربیت ایک خاندان پر سنور دیتی ہے۔ آج ہم نے اسلامی اصولوں سے منحرف ہو کر اپنی تباہی کا سامان تیار کر لیا جس سے نوجوان نسل برباد ہو رہی ہے۔ اسی ضمن میں کالم "ہیرو ہو تا تو؟" میں طاہر نقاش کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"میری دعائیں بارگاہ رب العزت میں قبولیت کا درجہ پا گئیں۔ ایک خوبصورت خوب سیرت جوان سامنے آیا ہم نے اللہ کا شکر ادا کر کے اس کے ساتھ بچی کا رشتہ کر دیا۔ بچہ بہت خوبصورت ہے، نیک ہے، پانچوں وقت کا نمازی ہے۔ میری بیٹی کا بہت خیال رکھتا ہے۔ مجاہدین کا ساتھی اور الدعوۃ والوں میں سے ہے۔ وہ سرد آہ بھر کر بولی یہی تو بات ہے یہاں سے یہی تو اصل کہانی شروع ہوتی ہے۔ میری بیٹی نے ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ میں نے وہاں نہیں رہنا میں نے اپنے گھر جانا ہے۔ وہ وہاں نہیں رہتی میرے پاس آ جاتی ہے۔ ابھی چند دن پہلے بھی آئی ہوئی تھی مجھے کہتی ہے میں نے کبھی بھی اس گھر میں نہیں جانا، بلکہ ہمیشہ یہیں رہوں گی... اس کا کہنا ہے کہ: یہ لڑکا اگرچہ خوبصورت ہے نیک ہے نمازی ہے گھر اچھا ہے خوبصورت ہے۔ اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے اور ایک مولوی ہے جبکہ میری خواہش تھی کہ میری شادی کسی فلمی ہیرو جیسے لڑکے کے ساتھ ہوتی، ہم فلمیں دیکھتے، گھومتے پھرتے، وہ میرے ساتھ (فلمی) ڈائیلاگ بولتا وغیرہ وغیرہ لیکن یہاں تو ایسا کچھ بھی نہیں، لہٰذا میں ایسی جگہ نہیں رہ سکتی۔" (۳)

ہر انسان کے ساتھ بیٹیوں کا معاملہ پرائی امانت جیسا ہے۔ ایک دن انھوں نے اپنے والدین کو چھوڑ کر ایسے گھر میں جانا جاتا ہے۔ جہاں انھیں مرتے دم تک رہنا ہوتا ہے۔ بیٹی کے رشتے کے حوالے اپنے کالم "پرائی امانت" میں رقم طراز ہیں:

> "ہر انسان کے ساتھ بیٹیوں کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، وہ پرائی امانت ہیں۔ ایک دن انھوں نے آپ کے گلشن کو، آپ کے آنگن کو، آپ کی محفل کو چھوڑ کر پرائے دیس چلے جانا ہے۔ یوں جن کے پاس اس نے ہمیشہ مرتے دم کے لیے جانا ہے، آپ کی بیٹی اگرچہ آپ کی لخت جگر نور نظر ہے لیکن اصل امانت ان کی ہے۔ اس لیے اس امانت کا آپ کو اپنی چیز سے بڑھ کر خیال رکھنا ہو گا۔ کہیں کوئی جھول، کوئی ٹیڑھ اور کمزوری واقع نہ ہو جائے۔ کیونکہ جو آپ نے ان کو سکھانا ہے۔ اس کے بل بوتے پر انھوں نے وہاں جا کر اپنی زندگی گزارنی ہے اور آخرت بناتی ہے۔ اگر آپ ان کو امانت سمجھ کر ان کے گلشن کی آبیاری کریں گے تو مرنے کے بعد اس گلشن کی مہکتی خوشبو کے جھونکے آپ کو آخری آرام گاہ میں پہنچتے رہیں گے۔ ورنہ کانٹوں کے بستر پر آگ کا اوڑھنا نصیب میں ہو گا۔" (۴)

جہیز ایک معاشرتی ناسور

جہیز جیسی رسم ایک معاشرتی ناسور ہے جو جاہلانہ طور پر ہمارے معاشرے کا اہم جزو بن چکا ہے۔ ہم اپنے ارد گرد دیکھتے ہیں کہ اسی رسم کی وجہ سے بہت ساری بیٹیوں کی شادی نہیں ہو پاتی جب کہ یہ رسم معاشرے میں برائی کا سبب بن گئی ہے۔ اسلام نے جہیز لینے سے ممانعت فرمائی ہے۔ اس کے باوجود معاشرے میں یہ بیماری سرطان کی طرح پھیل چکی ہے۔ لڑکے والوں کی خواہشات کے آگے غریب والدین زندہ درگور ہو جاتے ہیں۔ اکثر بچیوں کے رشتے جہیز نہ ہونے کی وجہ سے ٹوٹ جاتے ہیں اور اکثر بچیاں خودکشی جیسے اقدامات کی طرف گامزن ہو جاتی ہیں۔ اس ناسور کو جڑ سے ختم کرنا ہو گا۔ محمد طاہر اپنے کالم "اور وہ دلہن بن نہ سکی" میں لکھتے ہیں:

> "لو! یہ میری چودھراہٹ کی عزت میری پگڑی میں نے تمہارے قدموں میں رکھ دی ہے۔ ایک چودھری ہونے کے ناطے اس کی ہی لاج رکھ لو اور میری بچیوں کو چھوڑ کر نہ جاؤ۔ کچھ دیر بعد چودھری یوسف کی گرج دار آواز آئی ہم نے جہیز کا سامان دیکھا تو ہمیں پتا چلا کہ تم انسان کی بچی نہیں بلکہ بلی کی بچی کو رخصت کر رہے ہو۔ یہ دیکھ کر تیری اوقات معلوم ہوئی کہ تم ایک بے غیرت اور کنجر انسان ہو اور بنے چودھری پھرتے ہو۔ تجھے تو بوڑھا ہو کر بھی پتا نہیں چلا کہ جہیز کیا چیز ہوتی ہے اور لڑکیوں کو کس طرح سے رخصت کیا جاتا ہے... اگر میں تمہاری باتوں میں آ کر ان کو لے بھی گیا تو جب لوگ جہیز دیکھنے آئیں گے اور وری (بری) کی نمائش کا مطالبہ کریں گے تو بتا! میں ان کو کیا جواب دوں گا اور کیا منہ دکھاؤں گا؟" (۵)

معاشرے میں سوشل میڈیا کے منفی اثرات

عصرِ حاضر میں معاشرے کی بربادی کا بڑا سبب سوشل میڈیا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے نوجوان نسل تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ الیکٹرانک میڈیا ہو یا انٹرنیٹ فحاشی عروج پر ہے۔ سوشل میڈیا ایسا نیٹ ورک ہے جو گلوبل دنیا کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

یہ ایسا ناسور ہے جس سے بچوں کو بچانا مشکل ہو گیا ہے۔ اس کا واحد حل بچوں کی پرورش اور تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق کریں تو اس ناسور سے نجات مل سکتی ہے۔ کالم ”عشقیہ تحریریں۔۔۔پاؤں کی زنجیریں“ کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

”چند ماہ قبل کی بات ہے کہ محلے میں جھنڈیاں، قمقمے، شامیانے اور دیگر ڈیکوریشن کا سامان سج چکا ہے۔ گھر کے ایک کونے میں سمٹی سمٹائی شرماتی ہوئی دلہن شرم سے نظریں جھکائے بیٹھی ہے۔ سہیلیاں ڈھولکی بجا رہی ہیں، دوسرے دن بارات آنی ہے، اچانک اگلے دن ہونے والے دلہا کا والد پریشانی کے عالم میں گھر میں داخل ہوتا ہے سب حیران پریشان کہ بزرگ بے وقت کیوں آ گئے۔ سب کے جانے کے بعد وہ غصے سے چیختا ہے کہ ہمیں یہ رشتہ منظور نہیں ہم کل بارات لے کر نہیں آئیں گے۔ ہماری طرف سے جواب ہے ہم شادی نہیں کریں گے۔ اپنی بیٹی کے لیے وہی لڑکا ڈھونڈیں جس کے ساتھ اس کا معاشقہ تھا، یہ کہتے ہی اس نے چند خطوط ان کے سامنے پھینک دیے۔ اٹھا کر پڑھا گیا تو یہ ان کی لاڈلی کے اپنے محبوب کے نام محبت بھرے ملاقاتوں کے تذکرے اور اکٹھے جینے مرنے کے پروگراموں پر مشتمل خطوط تھے۔(۶)

معاشرے میں عورت کا مقام

معاشرے میں عورت اور مرد کا یکساں مقام ہے۔ اسلام نے عورت کو جو مقام دیا ہے؛ دیگر مذاہب میں پہلے عورت کا ویسا مقام نہ تھا۔ نام نہاد معاشرے آج کی عورت کو آزاد خیال دیکھنا چاہتا ہے۔ بہت سی تنظیمیں عورت کے مقام و حقوق کی پاس داری کے لیے کام کر رہی ہیں لیکن کم و بیش سبھی تنظیمیں اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی کرتی ہیں۔ دین اسلام نے عورت کے پردہ کا حکم دیا ہے۔ اللہ پاک قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾(۷)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلے دورِ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو، اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت نبی، اللہ تو چاہتا ہے۔

یعنی زمانہ جاہلیت میں عورتیں زینت و محاسن کا اظہار کرتی تھیں۔ ایسے لباس پہنتیں جن سے بے ہودگی کا عنصر پیدا ہوتا تھا۔ اسلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی عورت کو وہ مقام حاصل نہیں ہو سکا، جسے دینِ اسلام نے چودہ سو سال پہلے عزت و احترام دیا تھا۔ اسلام نے عورت کو پردہ کا واضح حکم دیا ہے۔ آج کی عورت نام نہاد آزادی کے نام پر فتنہ و فساد کا باعث بنتی جا رہی ہے۔ انھی برائیوں کی عکاسی کرتے ہوئے اپنے کالم ”پردے میں رہنے دو!“ میں لکھتے ہیں:

”عورت حیران ہو کر دیکھ رہی تھی اور شرمندہ ہو کر چھوئی موئی بنتی جا رہی تھی کہ بدمعاش دیدے پھاڑ پھاڑ کر مجھے کیوں دیکھ رہا ہے۔ لڑکا تھا کہ اس کے کبھی کبھار غیرت اور حیرت سے اس دیکھنے کو بھی کچھ اور مطلب و معانی پہنا رہا تھا۔ وہ اس کے دیکھنے پر ہلکا سا مسکرا دیتا اور کبھی کبھار محبت بھرے نغمے اور اشعار اپنی ہی ترنگ میں آہستہ آہستہ گنگنانے لگتا۔ باقی سواریاں اپنی آنکھوں سے یہ سب تماشا دیکھ رہی تھیں مگر خاموش تھیں۔ ایک گمراہ عورت کا پلکنگ کر کے بھنویں بنا کر کاجل و سرمہ سجا کر پھر ابرو پر مختلف شیڈز لگا کر، آنکھوں میں ڈیلوں پر سرخ دورے بنا کر، تھریڈنگ کے لوازمات اپنا کر یہ سارے آنکھوں کی تزئین و آرائش اور حسن و جمال کو چار چاند لگانے والے جتن کر کے گھر سے باہر نکلنا اور پھر چاروں طرف آنکھیں گھما گھما کر مٹکا مٹکا کر دیکھنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ ”میں تو مکمل پردہ میں ہوں کیا ایسی عورت کو مندرجہ بالا لوازمات یا اس سے کچھ کم اپنانے والی عورت کو ہم ”پردہ دار“ کہہ سکتے ہیں؟“(۸)

عصر حاضر میں عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو بے پردگی کی وجہ سے بری نگاہوں کا نشانہ بنتی ہے۔ روشن خیالی ”میرا جسم میری مرضی“ کے نام پر نوجوان لڑکیوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ انھی برائیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ”ایکسیڈنٹ ہو گیا“ میں

بتاتے ہیں کہ ”لوازمات حسن سے آراستہ ایک خاتون موٹر سائیکل رکشہ کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی جارہی ہے۔ شیطان نے اسے گمراہ کیا۔ میک اپ کے ساتھ ساتھ وہ ایسے ملعون لباس میں ملبوس ہے کہ جس کے متعلق رسول رحمت ﷺ نے فرمایا”کتنی ہی ایسی عورتیں ہیں کہ جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوتی ہیں“ ادھر شیطان لعین نے اس عاقبت نااندیش کو بہکایا تو ادھر نوجوانوں کو انگیخت دی۔ لہٰذا کچھ موٹر سائیکلوں والے اس کو دیکھتے ہی اس کے پیچھے لگ گئے۔ کوئی اوباش اگر موٹر سائیکل پر رکشہ سے آگے بھی گزر جاتا تو رفتار کم کر کے موٹر سائیکل کو پیچھے لا کر رکشہ کے پیچھے چلنے لگتا، پیچھے سے آنے والی ٹریفک کو آسانی سے آگے گزرنے میں دشواری پیش آنے لگی۔ اگلے چوک میں موٹر سائیکل سوار عام ٹریفک کے ساتھ چلے جارہے ہیں جب کہ رکشہ ڈرائیور کی تقلید میں اس کے پیچھے سمت تبدیل کی تو وہ پیچھے آنے والی گاڑیوں کی زد میں آگئے۔ دفعتہ گاڑیوں کی بریکوں سے ٹائر چرچراتے، چیخیں بلند ہوئیں، یکدم بریکوں سے گیلی سڑک پر آنے والی گاڑیاں سلپ ہو کر گھومیں چشم زدن میں دو موٹر سائیکل سواروں کو گاڑیوں نے ٹکر مار کر دور پھینک دیا۔“(۹)

قدرتی آفات کے متاثرین

قدرتی آفات (زلزلہ، سیلاب، وبائی امراض وغیرہ) کا ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے عملوں کی ناراضی کا سبب ہوتی ہیں۔ ان آفات پر ہمارا فرض ہے کہ ہم توبہ و استغفار کثرت سے کریں اور جو متاثرین ہیں ان کی مدد کریں۔ پاکستانی عوام کا خاصا رہا ہے کہ وہ مشکل حالات میں اپنے بھائیوں کی مدد میں شانہ بشانہ رہتے ہیں۔ اپنے کالم ”یتیموں اور بیواؤں کا غم“ میں زلزلہ زدگان کی مدد کرنے والوں کے بارے میں اقتباس ملاحظہ کریں:

> ”مظفر آباد، بالاکوٹ اور زلزلہ سے متاثرہ دیگر علاقوں میں ہم نے بیوگان، یتیموں کو ترجیحی بنیادوں پر امداد فراہم کی ہے۔ ہم نے ان کو خشک راشن خوراک بستر اور خیمہ جات ان کے گاؤں میں ان کے جائے رہائش پر پہنچائے ہیں۔ اب ہم یتیموں اور بیوگان کے لیے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر برفباری سے قبل گھر تعمیر کر رہے ہیں۔ اب تک بالاکوٹ کے گردونواح میں اپنے گھر تعمیر ہو چکے ہیں۔ ایسی باتیں ہمارے ساتھ بالاکوٹ میں مصروف ریلیف آپریشن کا ایک ذمہ دار بھائی ابوعبداللہ کر رہا تھا۔“(۱۰)

ایسے ہی ایک اور کالم ”زندگی افسانہ بن کے رہ گئی“ میں زلزلہ کی تباہ کاریوں کے بارے میں نقاش رقم طراز ہیں کہ ”آج میں ایک بار پھر لپائی کرتے ہوئے اپنے گھر کو خوبصورت بنا رہی تھی کہ میرے پاؤں کے نیچے زمین ہلنے لگی وہی دیوار جس پر میں نہایت پیار سے لپائی کر رہی تھی میرے ہاتھ ساتھ آ ٹکرائی، میں لڑکھڑائی چکرائی اور ایک زوردار دھچکا لگنے پر اوندھے منہ زمین پر آن گری، میرے والد گھر سے باہر گئے ہوئے تھے جب زلزلہ تھما تو وہ پوری شدت سے گھر کی طرف دوڑ پڑے گھر پہنچ کر دیکھا تو دیوار کا ملبہ زمین پر پڑا تھا اس میں انہیں میرا سر نظر آیا وہ دیوانوں کی طرح ملبہ ہٹانے لگے، میرا ایک بازوں بھاری پتھروں کے نیچے کچلا جانے کی بنا پر قیمہ بن گیا اس کی ہڈی ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی مسلسل خون بہہ رہا تھا بازو کٹ چکا تھا اور گوشت کے ایک ریشہ کے ذریعے جسم کے ساتھ لٹکا جھول رہا تھا۔“(۱۱)

زیر نظر اقتباسات سے واضح ہے کہ ہم بحیثیت قوم قدرتی آفات آنے کے لیے مکمل یکجہتی کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔ ہر پاکستانی مشکل گھڑی میں متاثرین کی مدد کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے، جس کی مثال دنیا میں کم ہی ملتی ہے۔

غیر اسلامی تہذیب کے اثرات

دورِ جدید میں ہمارے ملک میں ایک سازش کے تحت الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے ذریعے غیر اسلامی کلچر کو نمایاں کیا جا رہا ہے جس سے ہماری نوجوان نسل تیزی سے اغیار کی تہذیب کو اپنا رہی ہے۔ ان کے رسم و رواج، ثقافت، رہن سہن، عادات

واطوار کو اپنایا جا رہا ہے جس سے ہماری نسل کو اسلامی تہذیب سے دور کیا جارہاہے۔ اپنے کالم میں انھی باتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے ایک کالم ”ہندو تہذیب اور ہم“میں نقاش لکھتے ہیں:

”ایک پاکیزہ معطر ومطہر خیالات وجذبات کی حامل طالبہ کی زندگی کا ایک منظر ملاحظہ کریں۔ وہ اکیڈمی میں دوران گفتگو کسی کو ایک واقعہ سنارہی تھی۔ ایک خفیہ پہلو اس وقت سامنے آیاجب اسی دوران اس نے کہا”یہ میری دیدی“ (بہن) ہے اب اسی گھر میں رہے گی اور اسی ”پریوار“ (خاندان)کا حصہ شمار ہوگی اور آپ دیکھیں گے کہ ایک دن لکشمی دیوی ثابت ہوگی۔اس کے یہاں رہنے سے یقینا”آتما“ (روح) کو سکون ملے گا اور دنیا ہمارے لیے ”سورگ“ بن جائے گی۔اس دوسری طالبہ نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا کہ تمہارے خیالات تو بہت اچھے ہیں لیکن تمہاری گفتگو سے ہندو طرز معاشرت اور کلچر میں رنگے ہونے کی بو آتی ہے۔تم اپنی گفتگو میں اردو کی بجائے یہ ہندی الفاظ کیوں استعمال کر رہی ہو۔“(۱۲)

ہندو تہذیب اسلامی تہذیب خصوصاً پاکستان میں اپنے گہرے ڈال مرتب کر رہی ہے۔ ان کی ثقافتی یلغار سے ہماری اسلامی اور قومی اقدار کو بھی نقصان پہنچ رہاہے۔ان کے لباس، رسم ورواج ہمارے معاشرے میں مقبول ہو رہے ہیں۔ انڈین ڈراموں میں ان کی مذہبی ثقافت اور تہواروں کا دیکھنا اہم جزو ہے۔ افسوس! ہمارے گھروں میں جہاں قرآن کی تلاوت سنائی دینی چاہیے وہاں انڈین گانوں اور بھجن کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اگر ان کا سدباب نہ ہوا تو ہمار معاشرہ اپنی مذہبی اور معاشرتی اقدار کو کھو دے گا۔

ہندو مذہب میں مختلف متضاد عقائد، رسومات، تصورات اور توہمات پائے جاتے ہیں اور یہی انھی کی تہذیب و ثقافت کا خاصا ہیں۔ یہ تہذیب کسی ایک جماعت نہیں بلکہ بہت سی جماعتوں کے نظریات کا مرکب ہیں۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مندر میں جانے والا ہندو کہلاتا ہے اور جس کے جانے سے مندر ناپاک ہو جاتا ہے؛ وہ بھی ہندو ہے۔ نقاش اپنے کالم ”ہندو تہذیب کا عذاب ہمارے گھروں میں“ میں لکھتے ہیں:

”چند دن قبل میں گاڑی مرمت کروانے کے لیے مکینک کے پاس گیا تو وہاں بھی فون بیل پر انڈین میوزک اور گانے کا استعمال دیکھ کر اس کو سمجھانے لگا کہ ہم مسلمان ہیں، ہمیں ایسی حرکتیں زیب نہیں دیتی“ وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا” طاہر صاحب آپ اسی پر پریشان ہیں قوم تو بہت آگے نکل چکی ہے۔ میں حیرت سے پوچھا”کیا مطلب ہے تمہارا“ کہنے لگا ”بتاؤں گا نہیں بلکہ دکھاؤں گا لو اپنی آنکھوں سے دیکھیں!۔ اسی بنیاد پر ہمارے ایک دوست نے تنقیدی طور پر کہا کہ کہ اب جس کے پاس موبائل ہے وہ ”بور“نہیں ہو سکتا!! کیا مطلب ہے اس جملے کا؟ یہی کہ قوم اس قدر قعر مذلت میں گر چکی ہے اور اپنے قیمتی وقت کا مصرف، اپنی افسردگی، پژمردگی غم وپریشانی اور بوریت کا حل ہی کافرانہ تہذیب سے دل بھلانے کو بنالیا ہے اور وہ بھی خاص طور پر دنیا کے بدترین اور غلیظ کافر، ہندو کی گندگی، حیاباختہ اور فاحشہ تہذیب کو۔“(۱۳)

دیگر موضوعات

ایک کالم ”آپ کیسا بچہ چاہتے ہیں؟“(۱۴) میں بچوں کی پرورش کے بارے میں طاہر نقاش لکھتے ہیں کہ آج کل ہمارے معاشرے میں ہندوتہذیب وتمدن نے بہت اثر برپا کیا ہے۔لوگ ہندی رسم ورواج کو اپناتے ہیں یہاں تک کہ اپنے بچوں کے نام بھی انھی کے ناموں پر رکھتے ہیں۔ اس کالم میں ایسے ہی ایک خاتون کا بتاتے ہیں کہ اس نے اپنے بچے کا نام ساجن رکھا جو کہ بہت ہی غلط ہے۔ ہماری اسلامی تعلیمات کے مطابق بچے کا نام اسلامی رکھنا چاہیے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں لوگ ہندوتہذیب سے متاثر ہوکر مجسمے بھی گھروں میں سجالیتے ہیں اور چھوٹے بچے جو بہت ہی معصوم ہوتے ہیں۔ فلمیں،ڈرامے دیکھ کر ان مجسموں کو پوجنے لگتے ہیں۔یہ ہندوؤں کی سازش ہے کہ وہ ہمارے بچوں کو ہماری ثقافت سے دور کر دینا چاہتے ہیں۔اس بات کا فیصلہ ہمیں

کرنا ہے کہ ہم اپنے بچوں کی پرورش کس طرح کرنی ہے اگر ہم بچوں کی پرورش اسلامی تعلیمات کے مطابق کریں گے تو آخرت میں ہماری کامیابی ہوگی۔اسی طرح دو کالموں میں ”ماؤں کا سکھ چین چھیننے والے درندے“(۱۵) اور ”یا جبار...!جینے نہیں دیتے اسلام کے غدار“(۱۶)میں بچوں کے اغوا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ لوگ کس طرح پیسوں کی خاطر بچوں کو اغوا کرکے ان کے ذریعے گندے اور غیر قانونی کام کرواتے ہیں اور دوسری طرف ان بچوں کی مائیں اپنے بچوں کے انتظار میں رو رو کر خود کو ایک انگارے پر بیٹھا محسوس کرتی ہیں۔ان کی یاد میں تڑپتی ہے۔اغوا کاروں کو بددعائیں دیتی ہیں۔لیکن ان درندوں کو اپنے گھٹیا کام کی ہوس ہوتی ہے ایسے لوگوں میں انسانیت ذرہ برابر بھی نہیں ہوتی یہ لوگ بچوں کو مارتے پیٹتے اور ان سے اپنا مطلب پورا کرواتے ہیں۔اور ایک ماں کی زندگی اس کا سکون سب کچھ لوٹ لیتے ہیں۔

طاہر نقاش”اور پھر شہہ رگ کٹ گئی“(۱۷)میں بسنت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ کس طرح اس گھٹیا کھیل سے لوگوں کی جانیں جاتی ہیں اور لوگ ہمیشہ کے لیے ابدی نیند سوجاتے ہیں۔اس کالم میں ایسے ہی ایک بچے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کس طرح گلے پر ڈور پھرنے سے بچہ ہمیشہ کے لیے سوگیا اور اس کے والدین بہن، بھائی شدت غم سے نڈھال ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوگ یہ گھٹیا کھیل کیوں کھیلتے ہیں کیا ہم اپنے پیاروں کی زندگیاں بچانے کے لیے اس کھیل کو ختم نہیں کرسکتے کیوں کہ یہ ایک شیطانی کھیل ہے ۔

”ان کا کیا بنے گا“(۱۸) میں سوتیلی ماں کا بچوں سے سلوک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آدمی اگر دوسری شادی کرلے تو سوتیلی ماں ذرا برابر بھی بچوں کو برداشت نہیں کرتی۔ یہاں تک کہ ان کے سگے باپ کو بھی بھڑکا کر ان کے خلاف کر دیتی ہے۔اس کالم میں ایسے ہی بچوں کے بارے میں بیان کیا ہے جن کے والدنے دوسری شادی کرلی اور دوسری بیوی کے کہنے پر بچوں کو مارنے پیٹنے لگا اور گھروں سے نکال دیا۔اب وہ بچے اپنے باپ کے ہوتے ہوئے بے گھر اور یتیموں کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

”جاتے جاتے دوستی کا یادگار تھپڑ“(۱۹)میں پاکستان اور انڈیاکے بارے میں لکھتے ہیں کہ کس طرح پاک بھارت میچ میں پاکستانی لڑکیوں نے چہروں پر پاکستان اور بھارت کے پرچم بنا رکھے تھے وہ اس لیے کہ یہ ہندوؤں کو خوش کرسکیں مگر ہندو کبھی مسلمانوں سے خوش نہیں ہوتے۔ بھارت میں سرعام پاکستانی لڑکیوں سے لوگوں کے سامنے رقص کروایا گیا تاکہ یہ ہندو خوش ہوں مگر یہ ہندو مسلمانوں کو گندی گالیاں دیتے ہیں اور ان کی تذلیل کرتے ہیں اور ہم ان لوگوں کی تہذیب کو اپناتے ہیں جو کہ انتہائی گھٹیا فعل ہے۔پاکستانیوں اور مسلمانوں کے دلوں پر لگائے گئے غلیظ ہندوؤں کے یہ زخم کبھی بھی نہ بھر سکیں گے۔

”غیرت کی چنگاری“(۲۰) میں بھائی کا اپنی بہن کے تحفظ کے بارے بیان کیا ہے ۔آج کل کے دور میں ہر بھائی کا فرض ہے کہ وہ اپنی بہن کی عزت کی حفاظت کرے لیکن بعض اوقات بھائی غفلت برت جاتے ہیں۔وہ یہ لڑکیاں سکول و کالج جاتے وقت جو سٹوڈنٹ فائلز لیتی ہیں ان پر ہندوستانی اداکاروں کی بے ہودہ اور غیر مہذب تصاویر بنی ہوتی ہیں اور حیا سوز فقرے لکھے ہوتے ہیں جب وہ ایسی فائلیں لے کر چلتی ہیں تو شیطان ان کو بہکاتا ہے اور آوارہ لڑکے نازیبا فقرے بولتے نظر آتے ہیں۔بھائی یقینا اپنی بہن کا محافظ ہے مگر اس معاملے میں بھی اسے نظر رکھنی چاہیے اور لڑکی کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی عزت کی حفاظت خود کرتے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرے تاکہ آخرت میں کامیابی اس کا مقدر ہو۔

"کیمرے کی آنکھ اور لاتوں کے بھوت"(۲۱) میں امریکیوں کی پالیسیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے صومالیہ کی صحرائی زمین پر امداد، قحط اور انسانی ہمدردی کے نام پر دھوکا دے کر قبضہ کر کے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ صومالیہ کے مسلمان اپنی مظلومیت اور ظلم کی روداد دنیا کو سنا کر تھک چکے تھے۔ جب یہ مایوس ہو گئے تو صومالیہ کے مجاہدین نے ظلم و ستم سے تنگ آ کر امریکی فوجیوں کو اپنی قحط سالی کی بنا پر ایک بڑے پیمانے پر جہاد کیا۔ جب مخالف فوجیوں نے یہ دیکھا تو ایک کہرام مچ گیا جس سے دشمن نے صومالیہ سے اپنے فوجیوں کو واپس بلالیا۔ امریکہ نے عراق پر قبضہ کیا اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ کسی پر بھی ظلم کرنا کسی بھی مذہب میں جائز نہیں ہے۔

اسلوب

کسی بھی مصنف کا فن تحریر اس کا اسلوب کہلاتا ہے۔ مصنف اپنے اردگرد کے ماحول کو محسوس کرتے ہوئے۔ انھی خیالات کو اپنے قلم کی زینت بناتا ہے۔ اسلوب کسی بھی تحریر کا لبادہ ہوتا ہے یہ جتنا جاندار ہو گا تحریر میں اتنی ہی پختگی نظر آئے گی۔ محمد طاہر نقاش کے اسلوب کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالقدیر خان رقم طراز ہیں:

"برادرم طاہر نقاش صاحب کا شمار ہمارے ان محدود قلم کاروں میں ہوتا ہے جن کے قلم کو رب تعالیٰ نے تاثیر کی دولت سے نوازا ہوا ہے۔ ہم نے ان کے "قلم کے آنسو" بھی دیکھے اور چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑی بڑی حکمت و عمل کی باتیں بھی پڑھیں، وہ بنیادی طور سے ایک مبلّغ ہیں ویسے تو ہر بالغ مسلمان پر تبلیغ فرض ہے مگر طاہر نقاش صاحب اپنی تحسین آفرین تحریروں سے تبلیغ کا اچھوتا انداز اپنائے ہوئے ہیں۔"(۲۲)

زبان وبیان

ایک اچھا لکھاری وہی ہوتا ہے جسے زبان و بیان پر مکمل دست رس ہو۔ محمد طاہر نقاش اپنی تحریروں میں مناسب الفاظ کا چناؤ کرتے ہیں۔ ان کی تحریریں قاری کے دل و دماغ پر گہرے نقوش چھوڑتی ہیں۔ زبان وبیان کے حوالے سے ان کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"پہلی رات گلابی تمناؤں... خوش رنگ آرزوؤں... امنگوں اور ترنگوں کی رات ہوتی ہے... سپانے... مہنگے جذبوں... لگتے ارمانوں... وفاؤں کی موجوں کا طوفان ہوتی ہے... نئی زندگی کی حسین بنیاد ہوتی ہے... سرشاری وفاداری کے عہد وپیماں کے استوار ہونے کا ایک لمحہ ہوتا ہے... محبتوں کی فراوانیوں طغیانیوں اور جوانیوں کی پیامبر ہوتی ہے۔"(۲۳)

جزئیات نگاری ومنظر نگاری

جزئیات نگاری اور منظر نگاری ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ہم کسی فن کار کی قوتِ مشاہدہ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جزئیات نگاری و منظر نگاری جس قدر عمدہ ہو گی، اتنی مصنف کی قوت مشاہدہ پختہ ہو گی۔ اس کی مدد سے ہم تخلیق کار کی اپنے اردگرد کی چیزوں کو پرکھ سکتے ہیں۔ محمد طاہر نقاش اپنے کالموں میں جزئیات نگاری و کالموں میں منظر نگاری کو خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں کہ اس کی ہو بہو تصویر سامنے آجاتی ہے۔

"انکل مجھے مت مارو!" میں لڑائی کا منظر طاہر نقاش یوں بیان کرتے ہیں: "اس کے بعد پھر اٹھا اور دوسری کاری ضرب معصوم کی دونوں آنکھوں کے درمیان اور ناک کے بالکل اُوپر لگی یکدم آوازیں بلند ہوئیں۔ مر گیا... مر گیا... مر گیا بچہ... مر گیا... سب نے دیکھا کہ پھول مسلا جاچکا ہے۔ کچلا جاچکا ہے خاک وخون میں لت پت پڑا ہے۔ اس کا چہرہ سرخ اور سیاہ ہو رہا ہے... خون چہرے سے ہوتے ہوئے گردن سے نیچے بہہ رہا ہے... سانسیں رک رہی ہیں... آنکھیں آسمان کو تکے جارہی ہیں جیسے وہاں کچھ تلاش کر رہی ہوں... اچانک اس کی سانسیں اکھڑ گئیں اور بیٹھنے لگیں ادھر یہ وحشی درندہ ایسے کھڑا اپنے ماتھے سے پسینا صاف کر رہا تھا جیسے بہت بڑا معرکہ سر کر کے آدمی تھک ہار کر اپنا پسینا صاف کرتا ہے۔

ایک آواز ابھری !قریب بہنے والے نل سے ہی پانی پلا دو پھر کیا تھا؟اس درندے کے قریب کھڑے اس کے ایک عزیز نے بچے کی ٹانگوں اور بازوؤں سے ایک مردہ جانور کی طرح پکڑ کر اٹھایا اور نل کے نیچے رکھ دیا، پھر کیا تھا اچانک ننھے فرشتے نے ہچکی لی اور ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔"(۲۴)

خطابیہ انداز

خطاب سے مراد لوگوں کو مخاطب کرنا ہے۔انھیں اپنی بات سمجھانے اور انھیں نصیحت کرنے کے لیے طاہر نقاش نے اپنے کالموں میں خطابیہ انداز اپنا کر نوجوانوں کو مخاطب کیا ہے ۔اس بارے میں اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

"پیارے بھائی! آقائے کائنات اور محبوب کائنات نے فرمایا ہے کہ انسان دنیا میں جو خزانے جمع کرتا ہے ان میں سب سے بہتر خزانہ صالح و نیک شریک حیات ہے پھر فرمایا جب اس کا سر تاج اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے اپنے پیار بھرے رویے سے خوش کر دے، یعنی اس کے دل کو خوشیوں سے بھر دے۔"(۲۵)

"اے نوجوان ملت! میں سمجھتا ہوں اس مسئلہ میں جہاں اور بہت سے عوامل ہیں وہاں آپ بھی اس کے ذمہ دار ہیں۔ آپ ایک عورت کو صرف عورت نہ سمجھیں۔ایک محکوم مغلوب غلام اور باندی کی حیثیت سے نہ دیکھیں کیونکہ یہ عورت اگرچہ آپ کی بیوی ہے۔کسی کی بیٹی بھی ہے کل عورت ہی آپ کی بیٹی ہو گی اور کسی دوسرے کی شریک حیات۔یہ سلسلہ چلتا آیا ہے اور چلتا رہے گا۔"(۲۶)

قرآنی آیات اور احادیث کے حوالے

طاہر نقاش نے اپنے کالموں میں کہیں کہیں قرآنی آیات اور احادیث کا حوالہ بھی دیا ہے۔اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

﴿ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾(۲۷)

اے رب کریم!..... ہمارے والدین پر اسی طرح رحم اور شفقت فرما کہ جس طرح انھوں نے ہمارے ساتھ بچپن (اور جوانی میں) محبتوں اور شفقتوں بھرا رویہ اختیار کیے رکھا۔

اللہ کریم نے ہی قرآن میں فرمایا ہے: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ﴾(۲۸)

انھوں نے اللہ کی قدر پہچانی ہی نہیں جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا۔ (۲۹)

مندرجہ بالا آیات لکھنے کے بعد نقاش والدین کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لہٰذا اے کٹریل جوانو، اے خوبرو بھائیو!۔۔۔ اپنی جوانی کو جہنم میں جلنے سے بچانے کی فکر کرو۔اے والدین!۔۔۔ اپنے پیچھے انصاف کرنے کے بعد دعا کے لیے اٹھنے والے ہاتھ چھوڑ کر جاؤ۔۔۔ اپنے نیک سلوک کی بنا پر اپنے لیے رب کے دربار میں اپنی مغفرت کے لیے آنسو بہا کر دعائیں کرنے والی آنکھیں چھوڑ کر جاؤ۔۔۔ تاکہ مرنے کے بعد تمھاری کامیابی کا سامان ہو سکے نہ کہ ایسی اولاد جو آپ کے ظلم کو یاد کر کے آپ کو کوستی اور بد دعائیں دیتی رہے، بصورت دیگر آپ اللہ کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔(۳۰) "(۳۱)

اشعار کا استعمال

طاہر نقاش نے اپنے کالموں میں اشعار کا بر محل استعمال کیا ہے۔وہ موقع محل کی مناسبت سے اشعار کو اپنے کالموں میں لاتے ہیں۔چند ایک اشعار ملاحظہ فرمائیں:

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے (۳۲)

ایک جگہ انہوں نے ایک مصرعہ لکھا ہے لکھتے ہیں:

"ذرانم ہوتو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی۔"(۳۳)

ایک اور کالم "اور وہ دلہن بن نہ سکی" میں یوں بیان کرتے ہیں:

جہاں بجتی ہیں شہنائیاں
وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں(۳۴)

طاہر نقاش اپنے کالموں میں ایسے اشعار استعمال کرتے ہیں کہ ان کے کالم میں شگفتگی کا عنصر پیدا ہوجاتا ہے۔وہیں ان کے مطالعہ کی وسعت کا پتا چلتا ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

ابھی تو سانسوں کی آمدورفت جاری ہے
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے(۳۵)

ایک اور جگہ لکھا ہے:

ہم نے ملا سے بگاڑی ہے نہ شیطان سے کبھی
دن کو مسجد میں رہے رات کو میخانے میں(۳۶)

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ طاہر نقاش کے اپنے کالموں میں جابجا اشعار کا استعمال کیا ہے یہ اشعار ان کی تحریر میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے مالا میں موتی پرویا ہو۔یہی وہ خصوصیات ہیں جن کی بناپر طاہر نقاش نے صحافت کے میدان میں کالم نگاری کے ذریعے اپنا نام پیدا کیا ۔وہ اپنے کالموں کا آغاز تمہید سے کرتے ہیں اور آخر میں جب اپناموضوع ختم کرتے ہیں اور خطابیہ انداز اختیار کرتے ہیں جہاں صحافت اور کالم کی حدیں آپس میں ملتی ہیں اور اخبار میں درج یہ کالم سالہا سال تک لوگوں کے دلوں دل پر نقش ہوکر رہ جاتے ہیں۔کالم نگار میں جتنی تخلیقی صلاحیتیں ہوں گی۔کالم اتناہی دل چسپ اور سبق آموز ہو گا۔ طاہر نقاش وسیع اور ہمہ گیر سماجی شعور رکھتے ہیں۔وہ دوسرے کے مسائل کو اپنا سمجھ کر پیش کرتے ہیں۔ان کے مشاہدے کی گہرائی بہت تیز ہے،یہی خصوصیات ہی ہیں جو طاہر نقاش کو دوسروں سے ممتاز اور مقبولیت عطا کرتی ہیں۔وہ چھوٹے جملوں میں بڑی باتیں سمجھانے کا فن جانتے ہیں۔ان کی تحریریں قاری کو کافی دیر تک اپنے سحر میں مبتلار کھتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) محمد طاہر نقاش، قلم کے آنسو(جلد اول) (لاہور:دارُ الابلاغ،۲۰۱۰ء)،۲۴۔

(۲) محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ترجمہ: شیخ الحدیث حافظ عبد الستار حماد، (لاہور:شعبہ تحقیق وتصنیف دار السلام)، کتاب الزکوۃ، حدیث نمبر۱۴۱۸۔

(۳) محمد طاہر نقاش، قلم کے آنسو(جلد اول)،۸۶۔۸۷۔

(۴) ایضاً،۱۵۶۔

(۵) ایضاً،۱۰۰۔۱۰۱۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

(۶) محمد طاہر نقاش، قلم کے آنسو (جلد اول)، ۱۷۴۔۱۷۵۔

(۷) الاحزاب،۳۳: ۳۳۔

(۸) محمد طاہر نقاش، قلم کے آنسو (جلد اول)، ص۱۸۶۔۱۸۷۔

(۹) ایضاً،۱۹۸

(۱۰) ایضاً،۳۰۰

(۱۱) ایضاً،۳۲۱

(۱۲) ایضاً،۳۴۰

(۱۳) ایضاً،۳۴۷

(۱۴) ایضاً،۲۸۲

(۱۵) ایضاً،۳۰۹

(۱۶) ایضاً،۳۳۶

(۱۷) ایضاً،۳۱۵

(۱۸) ایضاً،۲۸۷

(۱۹) ایضاً،۳۴۸

(۲۰) ایضاً،۳۶۰

(۲۱) ایضاً،۴۰۰

(۲۲) عبدالقدیر خان، ڈاکٹر۔ بیٹا ہو تو ایسا۔ لاہور: دارالابلاغ، ۲۰۱۵ء، ۵۔

(۲۳) طاہر نقاس۔ قلم کے آنسو (جلد اول)، ۴۷۔

(۲۴) ایضاً، ۳۴۔

(۲۵) ایضاً، ۹۵۔

(۲۶) ایضاً، ۸۴۔

(۲۷) الاسرار ۱۷: ۲۴

(۲۸) الزمر ۳۹: ۶۷

(۲۹) ایضاً،۲۲۵

(۳۰) ایضاً،۱۷۰۔

(۳۱) ”حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْغَيْثِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَأَشَارَ مَالِكٌ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى“

ترجمہ: اسحٰق بن عیسیٰ نے کہا: ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ثور بن یزید سے حدیث بیان کی انھوں نے کہا: میں نے ابو غیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یتیم کی پرورش کرنے والا اس کا اپنا (رشتہ دار) ہو یا غیر ہو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے۔“ پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے انگشت شہادت اور درمیان انگلی (کو ملا کر اس) کے ساتھ اشارہ کیا۔

[مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، كِتَابُ الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ ، بَابُ فَضلُ الْإِحْسَانِ إِلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ وَالْيَتِيمِ، حدیث نمبر ۲۹۸۳

(۳۲) ایضاً، ۴۵

(۳۳) ایضاً، ۵۹

(۳۴) ایضاً، ۱۰۶

(۳۵) ایضاً، ۱۹۳

(۳۶) ایضاً، ۳۴۳

References

1. Muhammad Tahir Naqqash, *Qalam key Aansu*,Vol,01, (Lahore: Dar la-Balagh, 2010), p.24
2. Muhammad bin Ismaeel Bukhari, *Sahi Bukhari*, (trans.) Hafiz Abdul Sattar Hammad, (Lahore: Department of Research & Publication, Darul Islam), Kitab al-Zakaq, Hadees No. 1418.
3. Muhammad Tahir Naqqash, *Qalam key Aansu*,Vol,01, p.86-87
4. ibid, p.156
5. ibid, p.100-101
6. ibid, p. 174-175
7. Surah Al-Ahzab, 33:33
8. Muhammad Tahir Naqqash, *Qalam key Aansu*,Vol,01, p. 186-187
9. ibid, p.198
10. ibid, p.300
11. ibid, p.321
12. ibid, p.340
13. ibid, p.347
14. ibid, p.282
15. ibid, p.309
16. ibid, p.336
17. ibid, p.315
18. ibid, p.287
19. ibid, p.348
20. ibid, p.360
21. ibid, p.400
22. Dr. Abdul Qadeer Khan, *Beta Ho to Aisa*, (Lahore: Dar al-Balagh, 2015), p.5
23. Muhammad Tahir Naqqash, *Qalam key Aansu*,Vol,01, p.74.
24. ibid, p.34
25. ibid, p.95
26. ibid, p.84
27. Surah Al-Israh, 17:24
28. Surah Al- Zumur, 39:67
29. ibid, p.225
30. ibid, p.170
31. Muslim Bin Hajjaj, *Sahih Muslim*, Kitab al-Zuhad, Hadees No. 2983
32. Muhammad Tahir Naqqash, *Qalam key Aansu*,Vol,01, p.45
33. ibid, p.59
34. ibid, p.106
35. ibid, p.193
36. ibid, p.343

❖❖❖